شـــرح الصـــدور فـــی
تحریم رفع القبور

اسلام میں پکی قبروں کی حیثیت

تصنیف

امام محمد بن علی الشوکانیؒ

مترجم

حافظ سیف الرحمٰن



من اصدارات
Islamic Propagation Office in Rabvah
P.O.Box:29465 Riyadh 11457 Tel:4454900-4916065
FAX:4970126 E-Mail:rabwah@islamhouse.com
http://www.islamhouse.com



نام کتاب	:	اسلام میں پکی قبروں کی حرمت
مصنف	:	امام محمد بن علی الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	:	حافظ سیف الرحمن
صفحات	:	۳۵
ناشر	:	مکتب التعاونی للدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالربوۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

شریعت کی روشنی میں

شرک ایک ایسا مہلک مرض ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان کی تمام عبادات خاک میں مل جاتی ہیں۔ جب سے نوع انسان کی تخلیق ہوئی ہے اس وقت سے شیطان ملعون اشرف المخلوقات کو عقیدہ توحید سے منحرف کر کے شرک میں مبتلا کرنے میں مصروف ہے۔ اس کے دام تزویر سے محفوظ رکھنے اور شرک کی گندگی سے بچانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے لاتعداد اور ان گنت انبیاء اور رسول بنی نوع انسان کی طرف بھیجے۔ سب سے آخر میں حضرت محمد ﷺ کے وجود بابرکت سے مشرف کیا اور آپ پر وحی کا نزول فرمایا۔ اس وقت خانہ خدا بتوں کی گندگی سے بھرا پڑا تھا۔ ہر قبیلہ کے الگ الگ اور ہر کام کے لیے الگ الگ بت مقرر تھے۔ کسی کو بارش برسانے والا مانتے تھے، کسی کو رازق تصور کرتے تھے اور کسی کا اولاد پر مکمل کنٹرول سمجھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس جاہل قوم کو شرک کی گندگی سے پاک کر کے عقیدہ توحید سے روشناس کروایا۔ بتوں کی بیچارگی اور عاجزی کا ذکر کیا اور اللہ رب العزت کی قدرت اور مشیت سے آگاہ فرمایا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں جزیرہ عرب شرک کی نجاست سے کلی طور پر پاک ہو گیا۔ مگر آپ کی رحلت کے بعد شیطان نے پھر دجل وفریب کے جال میں مسلمانوں کو پھنسا کر شرک پر لگایا۔ چنانچہ قبر پرستی، ہوس پرستی، زر پرستی اور نفس پرستی وغیرہ کی صورت میں دوبارہ اس کا بیج بویا اور اب وہ قیامت تک اس کی آبیاری کرتا رہے گا۔ چنانچہ آج مسلمان قوم بزرگوں کی تعظیم کی صورت میں قبر پرستی میں مبتلا ہے۔ حالانکہ ہر زمانہ میں بزرگان دین اور ائمہ کرام نے اس سے سختی سے منع کیا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ساری عمر شرک کے خلاف قلمی اور لسانی جہاد کیا۔ ان کا ایک رسالہ کتاب الزیارۃ اس کی پوری پوری عکاسی کرتا ہے۔

شــرح الــصــدور :۔

یہ میرا دوسرا رسالہ ہے جس کا ترجمہ کرنے کے لیے میں نے قلم اٹھایا ہے یہ بھی شرک وبدعت کی تردید میں ہے۔ یہ امام محمد بن علی بن عبداللہ‘ جو امام شوکانی رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہیں‘ کا تصنیف کردہ ہے۔ اس رسالہ میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جب کبھی مسلمانوں کا کسی مسئلے میں آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے کرایا جائے کیونکہ کتاب وسنت ہی صحیح معنوں میں عادل‘ قاضی اور جج ہیں اور حق وباطل کی تمیز کے لیے یہ کسوٹی ہیں۔ عالم مجتہد اور علامہ سب ہی پر اس کسوٹی سے تنقید کی جاسکتی ہے پھر اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے کہ قبروں کو اونچا کرنا اور ان پر گنبد بنانا شرعاً ناجائز ہے۔ پھر یہ ذکر کیا ہے کہ قبروں پر جو گنبد وغیرہ نظر آئیں ان کا مسمار کرنا اور منہدم کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اور انبیاء کرام اور صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ممنوع ہے اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔ آخر میں ذکر کیا ہے کہ قبروں پر گنبد بنانے سے کئی فتنے ابھرتے ہیں اور کئی بدعات ان کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں۔ یہ شرک کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اللہ ان فتنوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔ ﴿آمین﴾

مصنف کی زندگی پر ایک نظر:۔

آپ بارہویں صدی ہجری کے ربع آخر کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آپ کا نام آپ کے والدین نے محمد بن علی رکھا تھا۔ بڑے ہو کر امام شوکانی کے نام سے شہرت حاصل کی۔ تقریباً پون صدی تک اپنی علمی ضیاء سے بنی نوع انسان کے قلوب کو منور کرنے کے بعد ۱۲۵۰ھ کو اپنے خالق حقیقی کے بلاوے پر عالمِ آخرت سدھار گئے۔ آپ نے صغرسنی میں ہی قرآنِ کریم کو زبانی یاد کرلیا تھا۔ بعدازاں متعدد اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ان سے علم تجوید‘ قرأت‘ تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اپنے ہمعصروں سے علومِ شریعت میں یک گونہ سبقت لے گئے۔ تحصیل علم سے فارغ ہو کر مسند تدریس پر بیٹھ گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اشہب قلم کو میدانِ قرطاس میں دوڑانے کی مشق کرنے لگے۔ ساری عمر یہ ہی مشغلہ رہا

حتی کہ ان کے حقیقی مالک کی طرف سے پیغام اجل آ گیا۔ پھر سب کچھ چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تغمده الله برحمته الواسعة

آپ کی تدریس اور تصنیف سے ہزاروں لوگ مستفیض ہوئے۔ آپ کی تصنیفات کی فہرست کافی طویل ہے۔ ان میں سے چند مشہور کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

[۱] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار .

[۲] ارشاد الفحول فی علم الاصول .

[۳] الدر النضید فی اخلاص کلمة التوحید.

[۴] شرح الصدور فی تحریم رفع القبور. (رساله هذا)

[۵] مفید المستفید فی رد علی من انکر الاجتهاد .

ترجمہ شرح الصدور

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین وعلی آله المطهرین وصحبه المکرمین .

اختلاف ختم کرنے کا صحیح طریقہ:

امابعد: آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جب مسلمانوں کا باہمی کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے کہ آیا یہ کام بدعت ہے یا سنت، مکروہ ہے یا مستحب، حرام ہے یا حلال وغیرہ تو نبی اکرم ﷺ کے مبارک عہد سے لے کر آج تک یعنی چودہ صدیوں تک مسلمانوں کے سلف اور خلف اس امر متفق رہے ہیں کہ جب ائمہ مجتہدین کا دین کے کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کے فیصلے کے لئے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور ان دونوں کا فیصلہ قطعی اور ناطق ہوگا۔ چنانچہ اللہ رب العزت کی مقدس کتاب اس امر کی شہادت دیتی ہے۔

﴿فَاِن تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ والرَّسُوْلِ﴾ [النساء:٥٩]
’’کہ اگر دین کے کسی مسئلہ میں تمہارا آپس میں نزاع اور اختلاف ہو جائے تو اسے ختم کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو‘‘۔

اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کا فیصلہ تسلیم کرو۔ رسول اکرم ﷺ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آپ کی سنت مبارکہ کے فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دو۔ چنانچہ اس امر میں تمام مسلمان متفق ہیں۔ جب ایک مجتہد کہے کہ یہ کام حلال اور مشروع ہے اور دوسرا اس کی حرمت کا فتویٰ دے تو دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر برتری اور فوقیت حاصل نہیں ہوگی۔ خواہ اس کا علم دوسرے سے زیادہ ہو یا اس سے عمر میں بڑا ہو یا اس کا زمانہ مقدم ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں اللہ کے بندے ہیں اور دونوں شریعت مطہرہ کے احکام کے پابند ہیں اور جو کچھ اللہ کی کتاب اور سنت رسول بیان کرتی ہے اس کے مطابق عبادت کرنے کے پابند ہیں۔ ان سے وہی کچھ مطلوب ہے جو دیگر بندوں سے مطلوب ہے، کسی کا علامہ ہونا، درجہ اجتہاد پر فائز ہونا یا اس سے فوقیت والے مقام پر فائز ہونا اس سے شریعت کے وہ احکام جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مشروع قرار دیئے ہیں، ساقط نہیں کر سکتا۔

علما اور عوام سب شریعت کے پابند ہیں

اسی طرح ایک عالم کو اللہ کے مکلّف بندوں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ عالم کا علم جوں جوں ترقی کرتا ہے۔ اس کی ذمہ داریوں اور فرائض میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ لیکن عوام کے سر پر اتنی بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ہوتا۔ اگر ایسے نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ شریعتِ مطہرہ کے احکام لوگوں کے سامنے بیان کرنیکی ذمہ داری ان پر نہ لگاتا۔ اور حق کی وضاحت کے لیے ان کو مکلّف نہ بناتا۔ حالانکہ اللہ عزوجل نے شریعت کی وضاحت ان کے ذمہ لگائی ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوتُوْ الْکِتَابَ لِتُبَیِّنُنَّہُ لِلنَّاسِ وَلَا

تَـكْتُـمُـوْنَـهٗ﴾ [آل عمران :١٨٧]

''جب اللہ نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے علماء سے یہ عہد لیا کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا اور اسے مت چھپانا''۔

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّ الَّـذِیْـنَ یَـكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْهُـدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّـنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتَابِ اُولٰـئِكَ یَلْـعَـنُـهُمُ اللّٰهُ وَیَلْـعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾ [البقرة:١٥٩]

''جو لوگ ہماری نازل کردہ کھلی نشانیاں اور ہدایت کی باتیں کسی وقتی مصلحت کے پیشِ نظر یا لوگوں سے ڈر کر چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں ان کی پوری پوری وضاحت کر دی ہے تو ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے فرشتے اور دیگر مخلوقات بھی اس پر لعنت کرتے ہیں''۔

اگر ایسے نہ ہوتا کہ جس شخص کو اللہ نے علم کی نعمت سے نوازا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے بیان کرے تو اس کے لیے یہی کافی تھا جو ہم اوپر ذکر چکے ہیں کہ عالم لوگ دائرہ تکلیف سے کسی وقت بھی خارج نہیں ہو سکتے۔ بلکہ علم کی بنا پر ان کو زیادہ مکلّف بنایا ہے۔ جب وہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کا یہ گناہ اور جرم جاہل کے گناہ کی نسبت زیادہ سخت ہوتا ہے اور اس کی سزا بھی سخت ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص سے جہالت اور نادانی کی وجہ سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے اور جو عمداً جان بوجھ کر کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ دونوں ایک قسم کی سزا کے مستحق نہیں۔ بلکہ ان کے گناہ کی نوعیت مختلف ہونے کی وجہ سے سزا کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔ جیسے قرآن کریم کی کئی آیات میں علمائے یہود کے ارتکاب جرم کا ذکر آیا ہے کہ انہوں نے اللہ کی شریعت کی مخالفت پر کمر باندھی ہوئی تھی۔ حالانکہ تورات ان کے پاس تھی اس کو خود پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ متعدد مقامات پر ان کی اس برائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’سب سے پہلے ایسے عالم کو جہنم میں پھینکا جائے گا جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور خود اس نیکی سے محروم ہے۔لوگوں کو برائی سے روکتا ہے لیکن خود اس برائی میں مبتلا ہے‘‘۔

علماء پر شریعت کی پابندیاں زیادہ ہیں:

الغرض یہ بات واضح ہے کہ علم کی کثرت اور اس کے حامل کا درجہ عرفان تک پہنچنا اس سے شرعی امور اور فرائض کو ساقط نہیں کرتا اور نہ اس میں تخفیف کا موجب بنتا ہے۔ بلکہ صاحب علم پر دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ پابندی ہوتی ہے۔اسے کچھ مزید ایسے امور اور فرائض کو سرانجام دینا ہوتا ہے جس سے جاہل اور ناخواندہ لوگ مستثنیٰ ہوتے ہیں۔اور اسے ایسے امور کا مکلّف بنایا جاتا ہے جن کی پابندی جاہل کے لیے ضروری نہیں۔ اس کا گناہ بھی عوام کی نسبت زیادہ سخت شمار ہوگا۔اور اس کی سزا بھی زیادہ سخت ہوگی۔جس شخص کو امورِ شریعت میں معمولی سی واقفیت ہوگی وہ اس کی حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا۔اس سلسلہ میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ اس قدر کثرت سے آئی ہیں کہ اگر ان تمام کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل تصنیف اور بہت بڑی کتاب بن جائے گی۔لیکن اس کے متعلق بحث وتمحیص کرنا ہمارا مدعا اور نصب العین نہیں۔ بلکہ اس سے ہماری غرض وغایت یہ ہے کے جیسے ایک جاہل امورِ شریعت کا پابند ہے ویسے ہی ایک جید اور متبحر عالم پر شریعت کی پابندیاں عائد ہوتی ہیں اور کتاب وسنت کی پیروی کرنا دونوں پر یکساں لازم ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی وضاحت ہوچکی کہ شریعت میں جاہل اور عالم کے مرتبہ میں کافی تفاوت ہے۔کیونکہ شریعت کے بعض امور میں عالم کو مکلّف بنایا گیا ہے اور اس کے اہم فرائض شمار کئے گئے ہیں۔اس کے برعکس جاہل کو اس کا مکلّف نہیں بنایا گیا اور نہ اس کے فرائض میں شمار کیا گیا ہے۔

ایک متبحر عالم بھی غلطی کرسکتا ہے

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی مسئلہ میں باہمی اختلاف کرنے والے علماء یا ان کے پیروکاروں اور اقتدا کرنے والوں میں سے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ فلاں شخص جو کچھ کررہا ہے وہی حق

ہے۔ کسی اور کی بات حق وصداقت پر مبنی نہیں۔ یافلاں عالم کی بات فلاں عالم سے زیادہ مبنی برحقیقت ہے۔ اگر اسے کچھ علم ودانش ہے تو اس پر لازم ہے کہ اختلافی مسئلہ میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرے۔ کیونکہ جس کے پاس کتاب وسنت کی دلیل ہوگی وہ حق پر ہوگا اور اسے حق کہنا اولیٰ ہوگا اور کتاب وسنت کی دلیل جس کے خلاف ہوگی وہ خطا کار ہوگا اور اسے غلطی پر تصور کیا جائے گا۔ لیکن اس غلطی اور خطا کا اس پر کوئی گناہ یا مواخذہ نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ اجتہاد کرنے میں اس نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ہو۔ ایسی صورت میں اسے معذور تصور کیا جائے گا بلکہ اسے اجتہاد کرنے کا اجر ملے گا جب کہ ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

''جب کوئی حاکم اجتہاد کر کے حقیقت حال سے آگاہ ہوجائے تو اسے دوگنا ثواب ہوگا۔ لیکن اگر وہ اجتہاد کرنے میں غلطی کا شکار ہوجاتا ہے تو پھر بھی اسے ثواب سے محروم نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اجتہاد کرنے کا ثواب ہوگا''۔ [مشکوٰۃ: ج۲ص۳۲۴بحوالہ صحیحین]

صداقت کا معیار کتاب وسنت ہوگا

آپ کو یہی بات جاننا کافی ہے کہ خطا کرنے سے بھی اس کے فاعل کو ثواب سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ مگر یہ ثواب صرف مجتہد کے لیے ہے جب وہ اجتہاد کرنے میں خطا کر جائے لیکن کسی دوسرے کے لیے اس وقت اس کی اتباع جائز نہیں ہوگی اور نہ اس کی معذوری کے مطابق معذور تصور کیا جائے گا۔ جب کہ اس کی طرح اسے ثواب نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے سوا باقی تمام لوگ جو امور شریعت کے مکلّف ہیں وہ خطا کے معاملہ میں اپنے امام یا بزرگ کی اقتدا ترک کردیں اور حق وصداقت وہی ہوگا جس پر کتاب وسنت کی مہر ثبت ہوگی۔ جب اہل علم کا باہمی کسی مسئلہ میں نزاع ہوجائے تو اس کے فیصلے کے لیے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ جس کے پاس کتاب وسنت کے دلائل ہوں گے وہی حق پر ہوگا خواہ وہ تنہا ہو۔ اس کے برعکس جس کے پاس کتاب وسنت کے دلائل مفقود ہوں گے وہ باطل پر متصور ہوگا اور خطا کار شمار ہوگا۔ خواہ کثیر لوگ اس کے ہمنوا ہوں۔ کسی عالم، متعلم یا کسی صاحب عقل کے لیے جائز نہیں کہ وہ کہے کہ جس عالم کا میں پیروکار ہوں، پرچمِ حق وصداقت اسی کے ہاتھ میں لہرا رہا ہے۔ خواہ کتاب وسنت کے دلائل اس کی تائید نہ کریں۔ یہ بہت

بڑی جہالت' قابل مذمت تعصب اور دائرہ انصاف سے تجاوز ہے۔ کیونکہ حق وصداقت کی پہچان مردوں سے نہیں ہوتی بلکہ حق کی کسوٹی سے مردوں کو پہچانا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک یقینی امر ہے کہ مجتہد علماء اور ائمہ سے غلطی سرزد ہونے کا ہر وقت امکان رہتا ہے۔ جبکہ ان کا یہ عمل صحیح اور درست بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ کبھی تو وہ درست اور صحیح کام کرتا ہے اور کبھی خطا بھی ہوجاتی ہے۔ لیکن اس کی خطا اور صواب کا پتہ لگانا کتاب وسنت کی کسوٹی کے بغیر ناممکن ہے۔

اسی وجہ سے اسے کتاب وسنت کے معیار سے پرکھیں گے اور اس پر تنقید کریں گے۔ اگر ان دونوں کے معیار کے مطابق ہوگا تو اس کی بات پر مہر صواب ثبت کی جائے گی اور اسے درست تسلیم کیا جائے گا۔ اگر ان کے معیار کے مطابق نہیں ہوگا تو اسے خطا پر محمول کیا جائے گا۔ اس معاملہ میں قرن اول سے لے کر آج تک تمام سلف' خلف اور چھوٹے بڑے علماء متفق ہیں۔ جسے معمولی سا علم ہے وہ بھی اس بات کو جانتا ہے اور معمولی سے واقفیت رکھنے والی بھی اس سے آگاہ ہے۔

ناقص علم کی حالت میں بحث کرنا بے معنی ہے

جو شخص اس بات کو تسلیم نہیں کرتا اور اس کا اعتراف نہیں کرتا وہ اپنے نفس کو مجرم گردانے اور یہ جان لے کہ اس نے ایسے معاملہ میں غور وفکر کیا ہے جو اس کے لائق نہیں اور اس کی قدرت سے باہر ہے اور اس کا فہم اسے سمجھنے سے قاصر ہے اسے چاہئے کہ اپنی زبان اور قلم پر پابندی لگائے اور تحصیل علم میں مشغول ہوجائے علوم اِجتہاد حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کردے۔ وہ ایسا علم سیکھے جس سے اسے کتاب وسنت کی معرفت اور پہچان ہو اور دلائل میں تمیز پیدا کرنے کی قوت پیدا ہو۔ سنت اور اس کے متعلقہ علوم میں بحث وتمحیص کے لیے معاون ثابت ہوتا کہ صحیح اور ضعیف حدیث کے مابین امتیاز کرسکے۔ حدیث مقبول اور مردود کی تمیز میں اسے کوئی دقت پیش نہ آئے اور امت کے ائمہ کبار اور سلف وخلف کے کلام پر غور وفکر کرنے کا موقع ملے تاکہ ان کے ذریعے اپنے مطلوب کو حاصل کرنے میں اسے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا اور جو امور ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں ان میں مشغول ہوجائے گا تو اس کا نتیجہ ندامت اور شرمندگی

کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے یہ کوتاہی کی ہے کہ وہ ان علوم پر مکمل دسترس حاصل کرنے سے پہلے ہی اس میں مشغول ہوگیا۔ پھر وہ تمنا کرے گا کاش! میں لایعنی بات کرنے سے باز رہتا اور جس بات کا مجھے علم نہیں اس میں مداخلت نہ کرتا۔ ہمیں ہادیٔ اکبر نے کیسا اچھا ادب سکھایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

''اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جو اچھی بات کہتا ہے یا خاموش رہتا ہے''۔

یہ اس شخص کے متعلق فرمایا جو ضروری اور لازمی علوم حاصل کرنے سے پیشتر علم کے بحر عمیق میں غوطہ زنی کرتا ہے۔ اور علماء سے تعصب اور ہٹ دھرمی کا مشغلہ بنائے رکھتا ہے۔ اور جس بات کا اسے علم نہیں اور نہ اسے سمجھنے کی اسے اہلیت ہے۔ اس کے صواب وخطا ہونے کے متعلق فیصلہ کرتا ہے۔ وہ کوئی اچھی بات سیکھنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ اس کی زبان خاموش رہ سکتی ہے۔ تو ایسے شخص نے وہ ادب نہیں سیکھا جو حضور اکرم ﷺ نے سکھلانا چاہا۔

اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت کا فیصلہ حتمی ہوگا

جب ہماری ذکر کردہ عبارت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ کسی مسئلہ میں باہمی نزاع اور اختلاف کی صورت میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جیسا کہ قرآنی نص اور مسلمانوں کا اجماع اس کے شاہد ہیں تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ علماء کی خطا معلوم کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے جبکہ کسی مسئلہ میں ان کا اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے' تو یہ لوگ سراسر کتاب اللہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور اجماع امت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ آپ ذرا غور وفکر سے کام لیں۔ اللہ آپ کی صحیح رہنمائی فرمائے۔ وہ غلط بات کہہ کر گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ وہ اس واضح غلطی کے باعث کیسی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ اس کے قصور اور غلطی نے اسے کیسی پریشانی میں مبتلا کر دیا اور اس بات نے جو کہنے کے لائق نہیں تھی اسے کیسی پریشانی میں مبتلا کر دیا اور اس بات نے جو کہنے کے لائق نہیں تھی اسے کیسی تکلیف سے دوچار کر دیا۔

اختلاف کی ایک مثال :-

میں نے اہل علم کے باہمی نزاع اور اختلاف کے متعلق جو ذکر کیا ہے اس کی ایک واضح مثال بیان کرنا چاہتا ہوں اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف اختلاف کی صورت میں رجوع کرنے کی کیفیت کا اظہار کرتا ہوں تا کہ ہم صواب وخطا کو جان لیں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ حق وصداقت کا پرچم کس کے ہاتھ میں ہے اور کذب وباطل کے پرچم تلے کون ہے۔ تا کہ حق کی پوری پوری پہچان ہو جائے اور اسلام کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہے۔ جب کسی شے کی کوئی مثال پیش کی جاتی ہے اور اس جیسی دیگر نظائر کو پیش کیا جاتا ہے تو حقیقت کی پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ تا کہ اربابِ عقل ودانش پر کچھ مخفی نہ رہے۔ مزید برآں ناخواندہ اور ناواقف لوگوں کو بھی اس کی کچھ واقفیت ہو جائے۔ نیز اس مسئلہ کو جس کا ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ مزید برآں جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی وضاحت مطلوب ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس کے متعلق ہمارے زمانے میں ہمارے شہر میں کچھ لوگوں کی آپس میں تلخ کلامی ہوئی ہے۔ خصوصاً آج کل کھینچا تانی ہے اس کے کچھ اسباب ہیں جو کسی سے مخفی نہیں ہے۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ قبروں کو اونچا کرنا اور ان پر گنبد اور قبے بنانا (جیسے لوگ مسجدوں اور قبروں پر بناتے ہیں)، شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

سوال :

کیا قبروں کو اونچا کرنا اور ان پر گنبد اور قبے بنانا (جیسے لوگ مسجدوں اور قبروں پر بناتے ہیں)، شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب:-

ہم کہتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک سلف اور خلف اس مسئلہ میں متفق رہے ہیں کہ قبروں کو اونچا کرنا اور ان پر گنبد اور روضے بنانا بدعت ہے۔ یہ ایسی بدعت ہے جس کے متعلق

شریعت میں نہی مذکور ہے۔اوررسول اکرم ﷺ کی سخت وعید آئی ہے۔جیسا کہ اس کا ذکرآ گےآ رہا ہے۔اس مسئلہ میں سوائے امام یحییٰ بن حمزہ کے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ چنانچہ امام یحییٰ کا ایک مقولہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بزرگوں اور قابل احترام ہستیوں کی قبروں پرگنبداورروضے بنانا جائز ہےاوراس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امام یحییٰ کا کوئی ہمنوانہیں

اس مسئلہ میں کسی عالم نے امام یحییٰ کی تائیدنہیں کی اور نہ اس کا کوئی ہمنوا نظر آتا ہے۔فقہ زیدیہ کی کتب میں اس کی اباحت کا فتویٰ مذکور ہے۔لیکن اس کا دارومدارامام یحییٰ کےقول پر ہے۔اوران کی اقتدا میں انہوں نے ایسے کیا ہے۔ چنانچہ ان کے ہمعصر علماء یامتقدمین علماء یااہل بیت میں سے اور دیگر علماء میں سے کوئی بھی اس قائل نہیں۔صاحب البحار نے ایسے ہی ذکر کیا ہے۔یہ زیدی فرقہ کے متبحر علماء میں شمار ہوتے ہیں اوران کے باہمی اختلاف کے موقعہ پر فیصلہ کے لیےان کے مذہب کےلوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور باہمی نزاع کے تصفیہ کے لیےان پرانحصار کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر مجتہدین کےاقوال اورفقہی مسائل کے اختلاف کے فیصلے کا انحصاران پر ہے۔وہ اپنے زمانہ میں مرجع الخلائق رہے ہیں۔اور قائلین کےاقوال کے اثبات اوررد کا فیصلہ ان پرمنحصر ہے۔چنانچہ اس کتاب کےمصنف نے اس بات کویعنی بزرگوں کی قبروں پرگنبد اورروضے بنانے کی اباحت کوصرف امام یحییٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

چنانچہ اس کی عبارت درج ذیل ہے:

''بزرگوں اور بادشاہوں کی قبروں پرگنبداورروضے بنانا جائز ہے۔اس میں کوئی حرج نہیں۔
کیونکہ مسلمان ایسا کرتے ہیں کسی نے اس کو برامحسوس نہیں کیا۔

امام یحیٰی کا دیگر علماء سے اختلاف

جب آپ کو یہ علم ہوگیا تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ دراصل اس مسئلہ میں امام یحیٰی کا باقی تمام علماء سے اختلاف ہے۔ وہ علماء صحابہ کرام تھے' تابعین تھے' اہل بیت کے متقدمین اور متاخرین تھے۔ مذاہب اربعہ کے ائمہ تھے اور دیگر مجتہدین تھے۔ یہ صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک امام یحیٰی کے خلاف ہیں۔ اس میں اس اعتراض کی ہرگز گنجائش نہیں کہ کچھ لوگوں نے اپنی مؤلفات میں اسے بیان کیا ہے۔ کیونکہ کسی کے صرف بیان کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسے بیان کرنے والا اسے پسند کرتا ہے اور یہی مذہب اختیار کرتا ہے۔ اگر آپ کسی اہل علم کو دیکھیں کہ وہ امام یحیٰی کا ہمنوا ہے اور اس کے قول کو ترجیح دیتا ہے تو اگر مجتہد ہوگا تو امام یحیٰی کی بات کا قائل ہوگا اور اس کا استدلال بھی وہی ہوگا جو امام یحیٰی کا ہے۔ اگر وہ غیر مجتہد ہوگا تو اس کی موافقت بے معنی ہوگی۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ مقلدین کے لیے مجتہدین کے اقوال حجت ہوتے ہیں نہ کہ غیر مجتہدین کے۔ جب آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ آیا جو کچھ امام یحیٰی نے کہا ہے وہ حق وصداقت پر مبنی ہے یا دیگر علماء جو کہہ رہے ہیں وہ حق بات ہے تو اس اختلاف کا فیصلہ اس جج اور قاضی سے کرانا چاہئے جس کے متعلق اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے۔ ایسا عادل اور منصف قاضی کون ہے؟ وہ اللہ کی کتاب قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔

کتاب وسنت سے فیصلہ کرانے کا طریقہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے

سوال :۔

اگر آپ یہ سوال کریں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ لے جانے کا کیا طریقہ ہے تاکہ حق وباطل میں امتیاز ہوجائے اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے درمیان تمیز ہوسکے۔

جواب:۔

میں عرض کرتا ہوں آپ کان کھول کر سن لیں اور پورے غور وخوض سے سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے ذہن میں اسے پوری طرح ذہن نشین کر لیں۔ میں آپ کے لیے مطلوبہ کیفیت کی وضاحت کرتا ہوں اور اس طرح بیان کرنے کی کوشش کروں گا کہ آپ کے دل ودماغ پر شک وشبہہ کا کوئی غبار باقی نہ رہے۔ اور آپ کے ذہن اور فہم میں کسی طرح کا مغالطہ باقی نہ رہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلَ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر:ع۱]

''جو احکام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشا فرمائیں ان پر سختی سے کاربند رہو اور جن امور سے منع فرمائیں ان سے اجتناب کرو''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی اپنے بندوں پر لازمی قرار دی ہے اور اس پر کاربند رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور جس بات سے سیدالانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روکا اس سے باز رہنے اور ترک کرنے کا حکم ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ [آل عمران : ع٤]

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (لوگوں سے) فرمادیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ جوڑنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ (اس کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی محبت کے رشتہ میں منسلک کر لے گا''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کی محبت کو جو اس کے بندے پر واجب ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ مشروط اور معلق کیا ہے۔ اور آپ کی اتباع کو محبت کا صحیح معیار قرار دیا ہے۔ اس بندے کی اپنے مولائے کریم کے ساتھ سچی محبت کا ثبوت ملتا ہے اور ایسی محبت ہی قابل اعتبار ہے۔ نیز یہی وہ سبب اور ذریعہ ہے کہ جس کی بدولت بندہ اس امر کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اللہ رب العزت خود اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ مَــنْ يُـطِعَ الـرَّسُوْلَ فَـقَدْ اَطَا عَ اللّٰهُ ﴾ [النساء: ع'۱۱]

''جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو وہ فی الحقیقت اللہ کی اطاعت اور تابعداری کرتا ہے''۔

اس آیت کریمہ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تابعداری درحقیقت اللہ رب العزت کی اطاعت اور تابعداری ہے۔

﴿وَمَـنْ يُّـطِـعَ الـلّٰـهَ وَالـرَّسُـوْلَ فَـاُوْلٰـئِـکَ مَعَ الَّذِيْـنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَـيْـهِمْ مِّـنَ الـنَـبِـيِّـيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰئِـکَ رَفِـيْـقـاً ٥ ﴾

[الـنساء: ع۹]

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ وہ لوگ انبیاء، شہداء، صدیق اور نیکوکار بندے ہیں۔ اور یہ ساتھی بہت اچھے ہیں''۔

تو جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے لیے یہ سعادت واجب قرار دی ہے۔ یہ ایسے لوگوں کا ساتھی ہوگا جن کے درجات بہت بلند ہوں گے اور جن کا مرتبہ اللہ کے ہاں بہت اونچا ہوگا۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَـنْ يُـطِعِ اللّٰـهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِـهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَـا وَذَالِکَ الْـفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥ وَمَـــنْ يَّـــعْصِ اللّٰهُ وَرَسُوْلَهٗ وَيَـتَعَـدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيْهَا وَلَـهُ عَـذَابٌ مُّـهِيْن ٥ ﴾ [النساء: ع'۲]

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اللہ اسے داخل کرے گا باغات میں جن کے

نیچے سے نہریں چل رہی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کا ان پر بہت بڑا فضل ہے۔
اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی (مقرر کردہ) حدود کو پھلانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ (سزا پاتا) رہے گا اور اس کے لیے ذلیل اور رسوا کن عذاب ہوگا''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُطِعَ اللَّهُ وَرَسُوْلَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُوْلٰئِکَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ٥﴾
[النور:٥٢]

''جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے' اللہ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے درحقیقت کامیابی کا سہرا انہی لوگوں کے سر پر ہے''۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَطِيْعُوْ اللّٰه وَاطِيْعُو الرَّسُوْلَ ﴾ [النساء:٥٩]

''تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کے تابعدار بن جاؤ''۔

نیز نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ آپ لوگوں کو یہ تلقین کریں کہ:

﴿......فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ......﴾ [آل عمران:٥٠]

''......تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو اور میری تابعداری کرو......''۔

اس موضوع پر تیس سے زائد آیات قرآنِ کریم میں موجود ہیں۔

الغرض ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے اوامر ونواہی آپ کی اتباع اور پیروی کرنا ہم پر لازم ہے۔ نیز یہ پیروی اللہ کے حکم سے ہم پر واجب ہے۔ اس معاملہ میں رسول کریم ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت متصور ہوگی۔ اور رسول کا حکم اللہ کا حکم تصور ہوگا۔

امام یحییٰ کی بات سراسر فریب اور دھوکا ہے!

ہم عنقریب آپ کے لیے وضاحت سے بیان کریں گے کہ قبروں کو اونچا کرنے اور ان پر گنبد اور قبے بنانے کے متعلق احادیث میں کس قدر ممانعت مذکور ہے۔ اور ایسی قبروں کو گرانے اور دیگر قبروں کے برابر کرنے اور ان سے گنبد اور قبے گرانے کے متعلق کتنی حدیثوں میں حکم ہوا ہے۔ اس سے پہلے ہم چند اور باتوں کا ذکر کرتے ہیں جو اس کے لیے بطور تمہید پیش کرتے ہیں۔ بعدازاں ہم اس کا ذکر کریں گے جو ہمارا مدعا اور مقصود ہے۔ تاکہ جو شخص اس بحث کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہو جائے کہ امام یحییٰ اور دیگر لوگوں نے جو قبروں پر گنبد اور روضے بنانے کی تائید میں لکھا ہے سراسر فریب اور دھوکا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی تردید کرتا ہے۔ جب کہ اس نزاع کا فیصلہ اس قاضی اور جج کے پاس لیجایا جائے جس کو اللہ نے قاضی اور جج مقرر کیا ہے۔ وہ قاضی اور جج اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ بس اسی میں کفایت ہے اور یہی نسخہ مریض کی شفا کے لیے کافی ہے۔ اس کے تمام دلائل بیان کرنے کے بجائے چند ایک دلائل ہی کافی ہیں۔ جو شخص ان دلائل پر غور و فکر کرے گا تو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ قبروں کو اونچا کرنے میں اور ان پر گنبد بنانے میں اس امت کے لیے کتنا بڑا فریب ہے اور کتنا بڑا فتنہ ہے جو شیطان نے ان کو دیا ہے۔ اس نے پہلی امتوں سے بھی ایسا ہی دھوکا کیا تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

بت پرستی اور قبر پرستی کا آغاز

سب سے پہلے یہ بیماری قوم نوح میں آئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ٥ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ٥﴾ [النوح:ع۲]

''(کفار سے مایوس ہوکر) حضرت نوح علیہ السلام یوں دعا کرنے لگے۔ پروردگا! (یہ کافرلوگ) میری بات نہیں مانتے۔ یہ ان (بتوں) کی پیروی کرنے پر اصرار کرتے ہیں جوان کے مال ودولت اور اولادمیں افزائش کرنے سے عاجز ہیں۔ البتہ ان کی نحوست سے ان (کفار) کا نقصان ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے (میرے ساتھ) بڑے بڑے دعوے کئے ہیں۔ یہ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں تم اپنے معبودوں (کی پوجا) سے ہرگز باز نہ آنا خاص کر سواع، یعوق، یغوث اور نسر کی عبادت پر ڈٹے رہنا''۔

یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک لوگ تھے۔ ان کی زندگی میں یہ لوگ ان کے پیروکار تھے۔ جب یہ فوت ہوگئے تو ان کے پیروکاروں نے اکٹھے ہوکر آپس میں مشورہ کیا کہ ہم ان کی تصویریں اور مجسمے بنائیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے عبادت میں زیادہ شوق پیدا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے ان بزرگوں کی تصویریں اور مجسمے بنائے۔ جب یہ لوگ اس عالمِ آب وگل سے رختِ سفر باندھ کر ملکِ عدم میں چلے گئے اور ان کی اولادیں بڑی ہوئیں تو ان سے کہا گیا کہ وہ ان کی پوجا کیا کرتے تھے اور ان سے بارش طلب کرتے تھے۔ اس کی بات سن ان کے پرستار بن گئے آہستہ آہستہ تمام عرب ان کا پجاری بن گیا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے مذکور ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے صالح اور نیک انسان تھے۔ جب یہ فوت ہوگئے تو ان کے پیروکاران کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔ پھر ان کی تصویریں اور مجسمے بنائے، پھر کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ان کی عبادت شروع کردی گئی۔ [صحیح بخاری: کتاب التفسیر]

اس بات کی تصدیق صحیحین اور دیگر کتب حدیث کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت عائشہ سے مذکور ہے۔

قبروں پر مسجد بنانے کی ممانعت

ایک مرتبہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ملک حبشہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک گرجا گھر دیکھا جو تصویروں اور بتوں سے بھرا پڑا تھا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس گرجے کا ذکر کیا یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں سے کوئی نیک اور صالح انسان فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں''۔ [صحیح مسلم ج:۱ص:۲۰۱]

ابن جریر رحمہ اللہ نے ﴿افرئیتم اللات والعزی﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ لات ایک ایسا شخص تھا جو حاجیوں کو ستو بھگو کر پلایا کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔

صحیح مسلم میں حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے اپنی رحلت سے چند روز پیشتر فرمایا:

''الا و ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم مساجد فانی انھاکم عن ذالک''. [صحیحین مشکوٰۃ ج:۱ ص:٦٩]

''میری بات غور سے سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد ہی تصور کرتے تھے۔ خبردار! تم ایسی غلطی مت کرنا۔ میں تم کو ایسا کرنے سے سختی سے منع کرتا ہوں''۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب اللہ کے حکم سے ملک الموت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی چادر اپنے چہرہ انور سے دور ہٹائی۔ پھر آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر جب ہوش آیا تو فرمایا:

'' لَعَنَ اللّٰہُ الیھود والنصاریٰ اِتّخذوا قبور انبیائھم مساجد''.

[مشکوٰۃ ص:٦٩ /صحیح بخاری ج:۲ ص:٦٣٩ نیل الاوطار ج:٤ ص:٩٧]

''یہود و نصاریٰ پر لعنت خداوندی ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا''۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض الموت کے موقعہ پر فرمایا:

''لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ اتّخذوا قبور انبیائھم مساجد ولولا ذالک لَاُبرز قبرہ غیر انّہ خشی ان یکون مسجداً''. [صحیحین مشکوٰۃ ج:١ ص:١٩]

''یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو سجدہ گاہ بنالیں گے تو آپ ﷺ کی قبر مبارک باہر بنائی جاتی ۔مگر خدشہ تھا کہ اگر ایسا کیا گیا تو آپ کی قبر مبارک سجدہ گاہ بن جائے گی''۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے جید سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سب سے برے وہ لوگ ہوں گے جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ جو قبروں کو مسجدوں کی حیثیت دیتے ہیں''۔[الفتح الربانی ،ج:٢٤،ص:٥٠]

امام احمد اور اہل سنن نے زید بن ثابت کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغ روشن کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو''۔[نیل الاوطار، ج:٤ ص:٩٧]

قبروں سے گنبد اور قبے گرانے کا حکم

صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا کر کہا کہ میں آپکو ایسے کام پر مامور کرتا ہوں جس پر نبی اکرم ﷺ نے مجھے مامور کیا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ:

''اے علی! تمہیں جو بت اور تصویر نظر آئے اسے مٹادو اور جو اونچی قبر دکھائی دے اسے دیگر قبروں کے برابر کردو''۔[1] [مشکوٰۃ ' ج:۱ ص:۱۴۸ / صحیح مسلم ' ج:۱ ص:۳۱۲]

---

(۱) آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر جب کہ شاہ خالد مرحوم کے والد شاہ عبدالعزیز مرحوم ومغفور نے زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں تھامی تو اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے سعودی عرب کے قبرستانوں میں جو گنبد اور روضے نظر آئے مسمار کردیئے۔ جسے دیکھ کر قبر پرستوں کے قلوب میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے شاہ پر الزام لگایا کہ انہوں نے اہل بیت' صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کی قبروں کے گنبد اور روضے کو مسمار کرکے بہت برا کام کیا ہے۔ چنانچہ شاہ کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کیے گئے اور تمام اسلامی ممالک میں کہا گیا کہ شاہ بزرگوں کا بے ادب اور گستاخ ہے۔ شاہ نے جب یہ شوروغوغا سنا تو بڑے بڑے علماء کو مدعو کیا اور ان سے سوال کیا کہ بتاؤ قرآن وسنت کی رو سے میرا قبروں سے گنبد اور قبے گرانا ناجائز ہے؟ پھر کہا اگر آپ قرآن وسنت کی روشنی میں قبروں پر گنبد اور روضے بنانا ثابت کردیں تو میں ان سب کے روضے سونے اور چاندی کے بنانے کے لیے تیار ہوں مگر یہ سن کر تمام لاجواب ہوگئے اور کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی))

قبےاور مزارات گرانے کی شرعی حیثیت

صحیح مسلم میں ثمامہ رضی اللہ عنہ بن شفی کی روایت سے بھی ایسی حدیث مذکور ہے۔اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہراونچی قبر کو جوشریعت کی مقدار سے زائد ہوگرانالازمی اورفرض ہے۔

قبروں کو اونچا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس پر گنبد بنایا جائے۔تو ان باتوں کی بلاشبہ اور یقیناً ممانعت ہے۔اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کوان کے گرانے پر مامور کیا تھا۔

ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ:

''نهىٰ رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ان يجصّص القبرُ وان يّبنىٰ عليه وان يوطاءَ''. [مشكوٰة،ج:١ص:١٤٨]

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونے گچ کرنے اوراس پرعمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایااورقبر کوروندنے سے بھی منع کیا''۔

صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ زائد آئے ہیں۔

''وان يكتب عليه''

''یعنی اس پرکوئی کتبہ لگانے یا عبارت لکھنے سے منع فرمایا''۔

حاکم کہتے ہیں کہ قبر پر کتبہ لگانے کی ممانعت کی حدیث مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

کسی قبر کے اردگرد دیوار بنانا منع ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ قبر پرعمارت بناناممنوع ہے۔اورمنع کااطلاق قبر کے اردگرد دیوار بنانے پربھی صادق ہوتاہے۔جیسے اکثر لوگ مردوں کی قبروں کے اردگرد ایک ہاتھ یااس سے اونچی دیوار بناتے ہیں کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ قبر کو مسجد بنایا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد قبر کی وہ متصل

جگہ ہے جو اس کے اردگرد ہوتی ہے جہاں پر دیوار تعمیر کی جاتی ہے۔اس کا اطلاق گنبدوں' مسجدوں اور بڑے بڑے مزاروں پر بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ قبر اس کے وسط میں یا ایک جانب ہوتی ہے۔ جسے معمولی سی سوجھ بوجھ ہے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ بادشاہ نے فلاں شہر یا فلاں یابستی پر فصیل بنائی۔ حالانکہ دیوار کی تعمیر شہر کے چاروں طرف ہوتی ہے بستی یا مکان کے اردگرد ہوتی ہے۔اب اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ اطراف جہاں پر دیوار تعمیر کی گئی ہے شہر اس کے وسط میں ہو جیسے چھوٹے شہروں' قصبوں اور تنگ مقامات میں ہوتا ہے۔یا وسط سے کچھ دور ہو جیسے بڑے شہروں اور وسیع مقامات میں ہے۔جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ اس لفظ کا اطلاق مذکورہ بالا معنی پر نہیں ہوتا وہ لغت عرب سے ناواقف ہے اسے اس بات کا علم ہی نہیں کہ اہل عرب اسے اپنی زبان میں کن معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

اہل قبور کو نفع ونقصان کا اختیار نہیں

جب یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی تو آپ کے لیے واضح ہو گیا کہ قبروں کو اونچا کرنا ان پر گنبد بنانا' مسجد بنانا اور مزار تعمیر کرنا منع ہے۔اور ایسا کام کرنے والے کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے بھی لعنت فرمائی' کبھی فرمایا اس قوم پر اللہ کا شدید غضب ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔کبھی ان کے لیے یہ بددعا فرمائی کہ ان پر اللہ کا غضب ہو کیونکہ انہوں نے اس کی نافرمانی کی۔ یہ باتیں صحیح حدیث سے ثابت ہیں۔بعض اوقات اس سے منع فرمایا اور کبھی ان کو گرانے کے لیے کسی آدمی کو بھیجا اور کبھی اس کو یہود ونصاریٰ کا فعل بتایا اور کبھی فرمایا میری قبر کو بت نہ بنانا اور کبھی فرمایا میری قبر کو عید نہ بنانا یعنی سال بہ سال میلے نہ لگانا جیسے اکثر اہل قبور کرتے ہیں وہ ان مردوں سے حسن عقیدت رکھنے والوں کے لیے ایک دن معین کرتے ہیں۔ پھر اس روز تمام لوگ اس قبر کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور وہاں پر قربانیاں کرتے ہیں اور چلّے کاٹتے ہیں۔جیسا کہ ان ذلیل اور خسیس الطبع لوگوں کی حرکات شنیعہ سے ہر آدمی واقف ہے۔ان لوگوں نے اللہ کی عبادت ترک کردی۔حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا اور رزق دیا' وہی ان کو مارے گا اور پھر قیامت کو وہی زندہ کرے گا۔وہ اللہ کے بندوں کے پجاری بن گئے حالانکہ وہ منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں۔وہ اپنے نفع

ونقصان پر قادر نہیں اور نہ کسی کی تکلیف دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو بتلا دیں کہ:

﴿......لَآ اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا......﴾ [الاعراف:۷]

''...... مجھے تو اپنے نفع ونقصان کا بھی کوئی اختیار نہیں......''۔

اسی طرح اپنی لاڈلی اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے فاطمہ! محمد ﷺ کی بیٹی! میں اللہ کے ہاں تیرے کسی کام نہیں آؤں گا''۔

غور کیجئے! سید البشر اور اللہ کی برگزیدہ ہستی نے اپنے پروردگار کے حکم کو کیسے وضاحت سے ذکر فرمایا کہ میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں۔ جب رسول اکرم ﷺ نے اپنے نفس اور ایسے نزدیک ترین قرابت داروں اور اپنی محبوب ترین بیٹی کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تو باقی لوگ جو انبیاء کی طرح معصوم نہیں اور نہ رسول بن کر آئے ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ امتِ محمدیہ اور ملت اسلامیہ کے افراد ہیں۔ یہ لوگ نہایت عاجز ہیں۔خود رسول اکرم ﷺ نے اپنے عجز کا اظہار فرمایا۔اور اپنی امت کو اس کی خبر دی جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق خبر دی اور آپ ﷺ کو حکم فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ میں اپنے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔اور اپنے نزدیک ترین قرابت داروں کے کسی کام نہیں آؤں گا۔

کتنی تعجب انگیز بات ہے کہ ایک معمولی سا علم اور ادنیٰ معرفت رکھنے والے انسان کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو نفع پہنچانے اور ان کی تکلیف دور کرنے پر قادر ہے۔ حالانکہ وہ اس نبی کی امت کا ایک فرد ہے جس نے اپنے متعلق فرمایا:

''مجھے اپنے نفع ونقصان کا کوئی اختیار نہیں''۔

اور یہ شخص آپ کے پیروکاروں میں سے ایک ہے۔کیا آپ کے کانوں نے اس سے بڑی گمراہی کی بات کبھی سنی؟ جو قبروں کے پجاری کہتے ہیں؟

﴿......انا للّٰہ وانّا الیہ راجعُوْن......﴾

ہم اس کی پوری وضاحت اپنے رسالہ ''الدر النضید فی اخلاص کلمة التوحید'' میں کر چکے ہیں۔

قبروں پر گنبداور قبّے بنانے کے مفاسد

یہ یقینی بات ہے کہ لوگوں میں اس اعتقاد کے پھیلنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے لوگوں کو قبریں اونچا کرنے کی ترغیب دی اور اس کام کو ان کے لیے نہایت خوبصورت دکھلایا اور انہیں ترغیب دی کہ بزرگوں کی قبروں کو غلافوں سے ڈھانپیں اور ان کو چونے گچ بنائیں۔اور ان پر بیل بوٹے بنائیں۔اب جاہل آدمی جب کسی قبر کو دیکھتا ہے کہ اس کی عمارت پر گنبد ہے تو اس میں داخل ہوتا ہے۔اندر جا کر قبر پر خوبصورت پردے ار غلاف دیکھتا ہے اوپر روشنی کرتے ہوئے چراغ بھی اسے نظر آتے ہیں۔اس کے اردگرد خوشبو دار انگیٹھیوں کو دیکھتا ہے۔ان چیزوں کو دیکھ کر اس کے دل میں صاحبِ قبر کی تعظیم وتکریم کا خیال پیدا ہوتا ہے۔اس کا ذہن اس میت کی تعریف بیان کرنے سے قاصر رہتا ہے۔اس کے دل اور دماغ پر اس کا خوف اور رعب چھا جاتا ہے۔ان وجوہات کی بنا پر اس کے دل میں شیطانی عقائد جنم لیتے ہیں مسلمانوں کو قابو میں لانے کے لیے شیطان کا یہ سب سے بڑا ہتھکنڈا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا مضبوط ترین ذریعہ ہے۔ بدیں وجہ آہستہ آہستہ اس کے پاؤں اسلام سے لڑکھڑانے لگتے ہیں۔ بالآخر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ صاحب قبر سے ایسی درخواستیں کرنے لگتا ہے کہ جن کو منظور کرنے کی اللہ کے سوا کسی کو قدرت نہیں۔اس وقت اس کا نام موحدین کی جماعت سے خارج ہو جاتا ہے اور مشرکین کے زمرہ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

بعض اوقات پہلی مرتبہ قبر کو دیکھتے ہی مرعوب ہو کر شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔جب مذکورہ بالا صفت کے مطابق کسی قبر کو دیکھتا ہے تو اس پر سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور پہلی ملاقات پر ہی اس کے دل میں یہ تصور پیدا ہو جاتا ہے کہ لوگوں نے اس مردہ کی قبر کا خاص اہتمام کیا ہے۔اس کی کوئی خاص وجہ ہے' یہ کوئی اللہ کی بزرگ ہستی یا خدارسیدہ بندے کی قبر ہے۔لوگ اس سے دینی اور دنیاوی فوائد حاصل کرتے ہیں۔ایسے بزرگوں کی قبروں کو دیکھ کر اپنے آپ کو حقیر تصور کرتا ہے اور اس کی قبر پر جھکتا ہے۔

صاحب قبر کے متعلق جھوٹی کہانیاں

بعض اوقات شیطان اور اس کے بھائیوں یعنی بنی آدم میں سے ایک جماعت اس کی قبر پر متعین کرتا ہے۔ جو زائرین وہاں آتے ہیں وہ لوگ ان کو دھوکا دیتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کا ہول اور خوف پیدا کرتے ہیں۔ کچھ باتیں اپنی طرف سے بنا کر اس میت کی طرف منسوب کرتے ہیں جسے جاہل لوگ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ بعض اوقات جھوٹ اور فریب کی کہانی خود بنا کر اسے بزرگوں کی کرامات شمار کرتے ہیں اور اس کی نشر و اشاعت عوام میں کرتے ہیں۔ اپنی مجالس میں ایسی کرامات کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ جب لوگوں کے پاس جاتے ہیں تو وہاں پر ان کی زبان پر وہی کہانیاں اور کرامتیں ہوتی ہیں۔

اس طریقہ سے ان کا جھوٹ بکثرت لوگوں میں پھیلتا جاتا ہے اور لوگ اسے حقیقت پر محمول کرنے لگتے ہیں۔ جو شخص ان مردوں کے متعلق حسن ظن رکھتا ہے وہ فوراً ان کی باتوں اور کہانیوں کا یقین کر لیتا ہے۔ اور ان کی کذب و افتراء کی کہانیوں کو اس کی عقل صحیح باور کرنے میں ذرہ بھر نہیں ہچکچاتی۔ وہ جیسے واقعہ اور کہانی سنتا ہے ویسے ہی اپنی مجلسوں میں اس کا ذکر کرتا ہے۔

قبر کی نذر ماننا

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جاہل لوگ مشرکانہ عقائد میں مبتلا ہو کر مصیبت عظمیٰ کے پنجے میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اپنا عمدہ اور بہترین مال ان کی نذر کرتے ہیں۔ اور وہاں پر خرچ کرتے ہیں کیونکہ ان کے نام پر خرچ کر کے ان سے بہت بڑے فائدے اور ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں۔ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑی عبادت، مفید اطاعت اور مقبول نیکی ہے۔ اس سے ان لوگوں کا مدّعا اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے جن کو بنی آدم کی اولاد میں شیطان نے اس قبر پر اپنے چیلے چانٹے بنا رکھا ہوتا ہے۔ یہ عجیب و غریب قسم کے کام ہوتے ہیں۔ یہ لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب اور خوف ڈالتے ہیں۔ اور کئی قسم کے کذب و افتراء کی داستانیں جوڑتے ہیں۔ تاکہ انہیں جاہل اور نادان لوگوں کا مال حاصل ہو۔ اس ملعون ذریعہ اور شیطانی وسیلہ

سے قبروں کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ قبر کے کے مجاور لوگوں کی دولت ناجائز ذریعے سے اکٹھی کرتے ہیں۔ ان میں سے جو قبروں کے ساتھ گہری عقیدت رکھتے ہیں اگران کا قبروں پر وقف کردہ مال کا حساب لگایا جائے تو اس قدر ہو جائے کہ مسلمانوں کے ایک بڑے شہر کے باشندگان کی خوراک کے لیے کافی ہو۔ اگران کے باطل نذرانوں کو فروخت کیا جائے تو اتنی رقم حاصل ہو جو فقیروں کی ایک بہت بڑی جماعت کے لیے کافی ہو۔ یہ سب کچھ معصیت اور گناہ ہے۔

چنانچہ ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''لاوفاء لنذر فی معصیة''.[مشکوٰۃ ج:۲ ص:۲۹۷]

''اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں''۔

یہ نذر بھی ایسی ہے کیونکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ تمام نذریں ایسی ہیں کہ ان کو پورا کرنے والا اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے اور اس کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ کیونکہ یہ نذر ماننے والے کے دل میں ایسا اعتناء پیدا کرتی ہے کہ جس کے نتیجہ میں وہ مرُدوں کو اُلوہیت کے درجہ پر تصور کرنے لگتا ہے۔ پھر دین کے معاملہ میں اس کے پاؤں میں استقلال نہیں رہتا اور قدم قدم پر لڑکھڑاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنا پیارا مال اور دل پسند مال خرچ کرتا ہے تو شیطان اس کے دل میں اس کی محبت اور تعظیم کا بیج بوتا ہے اور قبر کی تقدیس کا اعتقاد پیدا کرتا ہے۔ صاحب قبر کی تعظیم وتکریم کا جذبہ دل میں ابھارتا ہے۔ اور قبروں پر اس کے اعتقاد میں غلو پیدا کرتا ہے۔ حتٰی کہ وہ باطل عقائد میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور اسلام کی طرف واپس نہیں آتا۔ ایسی ذلت ورسوائی سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی شخص ان فریب خوردہ لوگوں سے مطالبہ کرے کہ جو نذرانے وہ قبر پر دے رہے ہیں وہ کسی نیکی اور اطاعت کے کام پر لگائیں تو وہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ بلکہ ایسا کرنے کا ان کے دلوں میں خیال بھی نہیں آئے گا۔

غور کیجئے! شیطان نے ان کو کس قدر بھول بھلیوں میں لگایا ہوا ہے اور گمراہی کے گڑھے میں کیسے گرایا ہے۔ وہ گڑھا ایسا ہے کہ اس میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

قبروں کو اونچا کرنے کی خرابیاں

قبروں کو اونچا کرنے' چونے گچ بنانے اور خوبصورت و پختہ بنانے میں کئی خرابیاں ہیں۔ کچھ خرابیوں اور مفاسد کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ اور کئی خرابیاں اور مفاسد ہیں جو قبروں کو اونچا کرنے والے اسلام کی چار دیواری سے باہر پھینک دیتی ہیں اور دین کے بلند و بالا ٹیلے سے منہ کے بل نیچے گراتی ہیں۔

ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ اپنے عمدہ چوپائے اور بہترین مویشی قبر کے پاس لے جا کر ذبح کرتے ہیں۔ اس کی غرض وغایت ان کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ نیز وہ امید رکھتے ہیں کہ ان سے کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ ایسی صورت میں قربانی غیر اللہ کے نام پر ہوگی اور بتوں کی عبادت شمار ہوگی۔ کیونکہ کھڑے کیئے ہوئے پتھر (جس کو وثن کہتے ہیں) کے پاس قربانی کرنے اور کسی میت کی قبر کے پاس جا کر قربانی کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ صرف نام بدلنے سے باطل کو حق وصداقت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی حلال وحرام پر کوئی اثر انداز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص شراب کا نام بدل دے اور اسے پئے تو اس کے فعل کو معصیت کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتے بلکہ اسے معصیت ہی شمار کریں گے اور اس کا حکم وہی ہوگا جو شراب پینے والے کا ہوگا اس مسئلہ میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

قربانی بھی عبادت ہے

اس میں کوئی شک نہیں اللہ کے بندے جو اس کی عبادت کرتے ہیں' قربانی بھی اس کی ایک قسم ہے جیسے عام قربانی' فدیہ' عید کی قربانی وغیرہ۔ تو وہ شخص جو کسی جانور کو قبر پر لے جا کر ذبح کرتا ہے تو اس کی غرض وغایت اس کی تعظیم وتکریم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اس سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور تکلیف اور معصیت سے محفوظ رہنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس کے عبادت ہونے میں رائی بھر شک نہیں۔ تیرے لیے یہی برائی کافی ہے کہ تو اس کی بات سنتا ہے۔ ﴿......لاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم......﴾

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

﴿......**لاعقر فی الاسلام**......﴾ [سنن ابی داؤد،باب کراھیۃ الذبح عندالقبر ج:۳،ص:۲۰۹]

''......قبروں پر جانور ذبح کرنا اسلام میں جائز نہیں ......''۔

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ قبروں کے پاس آ کر جانوروں کی قربانیاں کیا کرتے تھے۔اوراس کی مثل دیگر جانور ذبح کیا کرتے ہیں۔

امام ابوداوٗد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔

تمام بحث کا خلاصہ

یہ آپ جان لیں کہ جو دلائل ہم نے پیش کئے ہیں اور جن کا بطور تمہید ذکر کیا ہے اس پر اکتفا کرتے ہیں۔اور اس بحث کا دروازہ بند کرتے ہیں۔کیونکہ یہ پورا پورا فیصلہ کرتی ہے اور دیگر واضح فوائد کی حامل ہے۔ہم بآنگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ جو کچھ صاحب البحار نے امام یحییٰ سے بیان کیا ہے وہ علماء کے غلط اقدام میں سے ہے اور وہ خطا پر ہے۔جو مجتہدوں سے ہوتی رہتی ہیں۔ہر انسان کا یہی حال ہے کیونکہ وہ خطا کا پتلا ہے۔اس سے غلطی ہونے کا ہر وقت امکان رہتا ہے۔معصوم تو وہی ہو سکتا ہے جسے اللہ رب العزت معصومیت سے نوازے۔ہر عالم خواہ کتنا بڑا ہو اس کی بات پر عمل کیا جا سکتا ہے اور اسے ترک بھی کیا جا سکتا ہے۔انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے خواہ وہ حق کا زیادہ متلاشی ہو اور رہنمائی کرنے اور تاثیر میں بے نظیر ہو۔پھر بھی اس کی ہر بات کو صواب اور درست تصور نہیں کیا جا سکتا۔حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قبروں پر گنبد بنانے کے جواز کا جو اس نے فتویٰ دیا ہے تمام علماء نے اس کی مخالفت کی ہے۔جب ہم اس نزاع کا فیصلہ اس حاکم کے پاس لے جاتے ہیں جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو اپنا جج اور منصف تسلیم کرتے ہیں تو ہم اس معاملہ میں اس قدر بلیغ دلائل پاتے ہیں جن کا ذکر ہم گزشتہ سطور میں کر آئے ہیں۔جو علی الاعلان اس کی مخالفت کا ڈھول پیٹ رہے ہیں۔اس کے کرنے والوں پر لعنت اور پھٹکار ہے۔اس کے لیے

بددعا دینا ثابت کرتے ہیں اور اللہ کا سخت غضب ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ مزید برآں یہ شرک کا ذریعہ بنتے ہیں اور مسلمانوں کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتے ہیں جیسا کہ ہم اس پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔

اگر امام یحیٰ کی بات کا قائل کوئی اور امام یا ائمہ ہوتے تو بھی ان کی بات کو صحیح تسلیم نہ کیا جاتا جیسا کہ بحث کے آغاز میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ جب دلائل کے بغیر اکثریت کا یہ حال ہے تو جس کا فرد واحد قائل ہو اس کی بات کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

"**مــن عــمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد**".[جامع الاصول'ج:۱ص:۱۹۷]

"جو شخص شریعت میں وہ کام کرتا ہے جو ہمارے کام کے مطابق نہیں تو وہ قابل عمل نہیں"۔

قبروں کو اونچا کرنا' ان پر گنبد بنانا اور مسجد بنانا ایسے کام ہیں جن کا رسول اکرم ﷺ نے ہرگز حکم نہیں دیا بلکہ ایسے امور سے منع فرمایا ہے۔ جیسا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس لیے قائل کی یہ بات نا قابل تسلیم ہے۔ امام یحیٰ کی بات کیسے تسلیم کی جائے کیونکہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے۔ شریعت ہر آدمی کی بات کا نام نہیں۔ بلکہ شریعت وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے۔ اور اپنے رسولِ اکرم ﷺ کے ذریعے اس کی وضاحت فرمائی۔

((بعض لوگ قبروں پر گنبد اور روضے بنانے کے جواز میں آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی قبر مبارک پر گنبد بنانے کا ہرگز حکم نہیں فرمایا نہ خلفاء راشدین نے ایسا حکم دیا اور نہ تابعین کے زمانہ میں کسی نے گنبد خضراء بنایا بلکہ آپ کی رحلت کے چھ سو سال تک کسی نے نہیں بنایا۔ اس کے بعد مصر کے بادشاہ قلادوں صالحی نے (جو ملک منصور کے نام سے مشہور تھا) اسے تعمیر کرایا۔ اس نے ۶۷۸ھ میں اسے تعمیر کرایا۔ اس نے اسے علماء سے فتویٰ لے کر شریعت کے احکام کو ملحوظ خاطر رکھ کر نہیں بنایا تھا بلکہ سرکاری حیثیت سے بنایا۔ لیکن اہل قبور نے اسے شرعی حیثیت دیدی۔ بریں وجہ اس بادشاہ کے اس فعل کو بطور دلیل پیش کرنا بے معنی ہے۔ کیونکہ قابل قبول وہی دلیل ہے جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہو۔ ان کے مقابل شریعت کی نظر میں سب دلائل ہیچ اور بے معنی ہیں۔ مزید تحقیق کے لیے "تحقیق النصرہ بتلخیص معالم دارالہجرۃ" کا مطالعہ فرمائیں۔)) الفلاح بی۔اے

کسی عالم کی پیروی' خواہ وہ علامہ ہو یا متبحر عالم ہو' جائز نہیں جبکہ وہ کتاب وسنت کے خلاف چلے یا کسی حکم میں خلاف ورزی کرے۔ لیکن غلطی سرزد ہونے کے باوجود وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اجتہاد کی شرائط پوری کرے۔ مگر کسی کو اس کی پیروی کرنا جائز نہیں۔ ہم آغازِ بحث میں اس کی پوری وضاحت کر چکے ہیں۔ اب تکرار سے کوئی فائدہ نہیں۔

امام یحییٰ کا استدلال اور اس کا جواب

امام یحییٰ کا یہ استدلال کہ مسلمانوں نے گنبد اور روضے قبروں پر تعمیر کئے ہیں لیکن کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ جو ان کے جواز کا واضح ثبوت ہے۔

جواب:۔

ان کی یہ دلیل قابل قبول نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے علماء ہر زمانہ میں رسول اکرم ﷺ کی حدیثیں بیان کرتے رہتے ہیں کہ آپ نے ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور یہ بھی ثابت کرتے رہتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں ایسا کام حرام ہے۔ علمائے کرام نے یہ حدیثیں مدارس میں اور قبروں کے محافظوں کے پاس بیان کی ہیں خلف نے سلف سے' چھوٹوں نے بڑوں سے اور متعلم نے عالم سے یہ حدیثیں سیکھیں۔ صحابہ کرام کے عہد سے آج تک بیان کرتے آئے ہیں۔ محدثین نے اپنی مشہور کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا' مؤرخین اور اہل سیر نے تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے ایسا کرنے والے پر اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ سلف اور خلف کے پاس دلائل موجود ہیں جو ان کی نہی اور ممانعت پر دلالت کرتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو لعنت کا مستحق ٹھہراتے ہیں۔ ہر زمانہ میں علماء نے ان دلائل کو پیش کیا اور ان امورِ قبیحہ سے لوگوں کو سختی سے منع کیا۔

ائمہ اربعہ کا فتویٰ

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد شیخ تقی الدین شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بیان کرتے ہیں جو سلف صالحین کے بہت بڑے امام ہیں۔ انہوں نے قبروں پر مسجد بنانے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ امام احمد، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے شاگردوں نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اسے مطلق مکروہ تصور کیا ہے۔ لیکن اسے مکروہ تحریمی پر محمول کیا جائے گا۔ ہم ان کے متعلق سوئے ظن نہیں رکھتے بلکہ حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ کیونکہ جس کام کے متعلق تواتر کے ساتھ نہی وارد ہوئی ہوا اور اس کے کرنے پر لعنت کا ذکر ہو وہ ایسے کام کی اجازت نہیں دے سکتے۔

آپ دیکھئے ! انہوں نے تمام مذاہب کی تصریح کیسے کی ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علماء کے مختلف مذاہب کے باوجود اہل علم کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ پھر اس کے بعد تین مذاہب کے متعلق واضح کیا ہے کہ وہ اس کی حرمت کے قائل ہیں اور ایک مذہب کے متعلق بیان کیا کہ وہ اسے مکروہ تصور کرتا ہے۔ لیکن اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ قبروں پر گنبد اور مزارات بنانا جائز ہے اور ان کے بنانے پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

کسی قبر پر بھی گنبد اور قبہ بنانا جائز نہیں

پھر ذرا غور کیجئے ! اہل علم اور اہل فضل کی قبروں پر گنبد اور قبے بنانا کیسے مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے جسے ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''یہ لوگ جب ان میں سے کوئی نیک شخص یا کوئی بزرگ فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے تھے''۔ [صحیح مسلم ،ج:۱،ص:۲۰۱]

اس وجہ سے ان پر لعنت فرمائی اور اپنی امت کو ان کی کاروائی سے ڈرایا کہ انہوں نے اپنے نیک لوگوں کی

قبروں کومسجد کی حیثیت دے رکھی تھی۔ پھر رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی جوسیدالبشر ہیں تمام مخلوق سے افضل ہیں۔خاتم الرسل ہیں اور اللہ کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ ہستی ہیں۔آپ نے اپنی امت کواپنی قبرکو سجدہ گاہ بنانے یابت بنانے یامعبد بنانے سے منع فرمایا۔آپ اپنی امت کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔اوراہل علم اوراہل فضل کے لیے بھی اسوۂ حسنہ ہیں۔وہ آپ کے افعال اوراقوال کی سختی سے پیروی کرتے رہے۔وہ امت میں سب سے زیادہ حق دار تھے اوراستحقاق رکھتے تھے کہ ان کی پیروی کی جائے۔مگرامت کے بعض افراد کی اتباع کیسے جائز ہوسکتی ہے حالانکہ ان کے افعال کی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ان کی قبر پرایسا براکام کیاجائے۔

بس افضلیت کااصل مرجع رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔آپ کی فضیلت کے مقابلہ میں سب فضیلتیں ہیچ ہیں اوران کا کوئی اعتبارنہیں۔اگر یہ تمام امور رسول اکرم ﷺ کی قبرمبارک پرمنع ہیں اورآپ کی قبرمبارک پرایسے امورشنیعہ کرنے والالعنت کامستحق ہے تواس امت کے باقی لوگوں کی قبروں کے متعلق آپ کی کیارائے ہے!!!؟

محرمات کوحلال کرنے اورمنکرات کوجائز قرار دینے کے لیےفضیلت کوکوئی دخل نہیں۔

الٰہی!ہمیں معاف فرما۔

تمام تعریفیں صرف اللہ رب العزت کی ذات اقدس کے لیے ہیں جس نے ہمیں راہ حق دکھلائی اورحضور اکرم ﷺ کےتابعداروں میں ہونے کی توفیق عنایت فرمائی۔

{وصلی اللہ علی محمد عبداللہ ورسولہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین}